صحاحِ ستّہ
تعارف وخصوصیات

از: مولانا اشرف عباس قاسمی
استاذِ دارالعلوم دیوبند

سُنَنِ نسائی

مصنفِ کتاب: کنیت: ابوعبدالرحمٰن، نام: احمد بن شعیب بن یحییٰ بن سنان بن دینار نسائی ہے۔ شہر مرو کے قریب ''نساء'' میں ۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی، اسی کی طرف منسوب ہوکر ''نسائی'' اور کبھی ''نسوی'' کہلاتے ہیں۔ اپنے دیار کے شیوخ سے اخذِ علم کے بعد ۲۳۰ھ میں قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دوسال استفادہ کیا، اس کے علاوہ خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام اور مصر وغیرہ مختلف مقامات کا سفر کیا، اس کے بعد مصر میں سکونت اختیار کرلی اور افادہ وتصنیف میں مشغول رہے۔ ذی قعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔

آپ زہد وتقویٰ میں ضرب المثل تھے، ہمیشہ صوم داؤدی کے پابند رہے، دن ورات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزرتا اور اکثر حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے، امراء وحکام کی محفلوں سے ہمیشہ گریزاں رہتے، حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت کے بھی مالک تھے، چہرہ نہایت روشن، رنگ نہایت سرخ وسفید اور بڑھاپے میں بھی تروتازہ نظر آتے، چار بیویاں اور دو باندیاں تھیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کے مقابلے میں امام نسائی عللِ حدیث اور فنِ اسماء الرجال میں زیادہ ماہر تھے، اور امام بخاریؒ و ابوزرعہؒ کے ہمسر تھے'' (محدثین عظام/۲۰۴)

وفات: امام نسائی جب مصر سے رملہ اور دمشق پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ بنی امیہ کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے یہ پورا خطہ خارجی افکار ونظریات کی زد میں ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی کھلے عام تنقیص کی جاتی ہے، یہ دیکھ کر امام نسائی کو بڑا رنج ہوا اور انھوں نے حضرت علیؓ کے

مناقب میں ایک کتاب تصنیف فرمائی، پھر خیال ہوا کہ اس کتاب کو جامعِ دمشق میں سنائیں؛ تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو اور خارجیت کے اثرات ختم ہوں۔ ابھی آپ نے کتاب کا کچھ ہی حصہ سنایا تھا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا کہ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہی کافی ہے کہ ان کو نجات مل جائے، بعض کہتے ہیں یہ جملہ بھی کہا کہ میرے نزدیک ان کے مناقب بیان کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ یہ سن کر لوگ مشتعل ہوگئے، آپ پر تشیع کا الزام عائد کرکے لاتیں مارنا شروع کردیا۔ آخر اتنا مارا کہ آپ نیم جان ہوگئے۔ خادم اٹھا کر گھر لائے، آپ نے ان سے فرمایا: مجھے ابھی مکہ مکرمہ لے چلو، وہاں پہنچ کر مروں یا راستے میں موت آجائے۔ غرض کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر انتقال ہوا اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ راستے میں ہی انتقال ہوا۔ وہاں سے مکہ مکرمہ لے جاکر تدفین ہوئی، تاریخ وفات ۱۳؍صفرالمظفر ۳۰۳ھ ہے۔ رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعة.

(سير أعلام النبلاء ۱۱/۱۹۷، بستان المحدثين/۱۸۹)

کتاب کا تعارف

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی کی کتاب کو صحاحِ ستہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ امام نسائی نے بھی شیخین کی طرح صرف صحیح الاسنادروایات کو لیا ہے اور نسائی شریف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کو جامع ہے۔ تنقیدِ رجال اور صحتِ اسناد کے بارے میں نسائی کی شرائط شیخین سے بھی زیادہ سخت ہیں؛ اس لیے مغرب کے بعض محدثین صحیح بخاری پر سنن نسائی کی ترجیح کے قائل ہیں، حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں:

”صرّح بعضُ المغاربة بتفضيل كتاب النسائى على صحيح البخارى“ (فتح المغيث ۱/۵٤، دارالمنهاج، رياض)

”بعض مغاربہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی کی کتاب کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے“۔

فتح المغیث کے محشی کے مطابق بعض المغاربة کا مصداق یونس بن عبداللہ القاضی المعروف بابن الصغار ہیں۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

”هو أحذق بالحديث وعلله ورجاله من مسلم والترمذي وأبي داؤد، وهو جاء في مضمار البخاري وأبي زرعة“ (سیراعلام النبلا، ۱۱/۱۹۷)

''امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کے مقابلے میں امام نسائی عللِ حدیث اور فنِ اسماء الرجال میں زیادہ ماہر تھے اور امام بخاری و ابوزرعہ کے ہم سر تھے۔''

امام نسائیؒ نے سب سے پہلے حدیث کی ایک ضخیم اور اہم کتاب ''سنن کبریٰ'' لکھی، اور اس کو امیرِ رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب صحیح ہے؟ امام نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لیے صرف صحیح روایات کو جمع کردیجیے، ان کی اس درخواست پر امام موصوف نے سنن کبریٰ سے احادیث صحیحہ منتخب کی، اس کا خلاصہ تیار کیا جس کا نام ''مجتبیٰ'' رکھا۔ اسی کو سننِ صغریٰ کہا جاتا ہے اور آج کل سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔ (بستان المحدثین/ ۱۸۹)

اہم وضاحت

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ خود امام نسائی نے مجتبیٰ یعنی سنن کبریٰ سے احادیث صحیحہ منتخب کرکے ''مجتبیٰ''، یعنی سنن صغریٰ کو ترتیب دیا تھا جو آج کل سننِ نسائی کے نام سے داخلِ درس ہے؛ لیکن مشہور محقق مولانا عبدالرشید نعمانیؒ نے اس کو غلط قرار دیا ہے۔ ان کے بہ قول اختصار کا یہ عمل امام نسائی کے شاگرد حافظ ابوبکر ابن السنی کے ذریعہ انجام پایا ہے؛ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں:

''یہ بھی واضح رہے کہ بالفعل جو کتاب ''سنن نسائی'' کے نام سے ہمارے یہاں داخلِ درس ہے، وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں ہے؛ بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے، جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابوبکر ابن السنی کے قلم کا مرہون منت ہے۔ اس مختصر کا نام المجتبیٰ ہے اور اس کو سنن صغریٰ بھی کہا جاتا ہے'' (اس کے بعد مولانا نے امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیے جانے کا واقعہ ذکر کرکے اس پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے): ''اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے؛ لیکن یہ واقعہ سرے سے غلط ہے؛ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ''إن هذه الرواية لم تصح بل المجتبیٰ اختصار ابن السنی تلميذ النسائی'' (توضیع الأفکار/۱/ ۲۲۱) ''بے شبہ یہ روایت صحیح نہیں ہے؛ بلکہ مجتبیٰ، ابن السنی کا اختصار ہے جو نسائی کے شاگرد ہیں۔'' (امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۲۲۰)

تنبیہ

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ جب بھی کوئی حدیث نسائی کی طرف منسوب کی جائے یا مطلقاً سنن نسائی کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد سنن صغریٰ ہوتی ہے جو عام طور سے ہمارے دیار میں

رائج اور ہمارے نصاب کا حصہ ہے؛ البتہ بعض مؤلفین اس سے سنن کبریٰ بھی مراد لیتے ہیں؛ چنانچہ صاحب عون المعبود نے تنبیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”واعلم أن قول المنذری فی مختصرہ، وقول المزی في الأطراف: الحدیث أخرجه النسائی، فالمراد به السنن الکبریٰ للسنائي ولیس المراد به السنن الصغری الذی ھو مروج الآن في أقطار الأرض من الھند والعرب والعجم، وھذہ السنن الصغریٰ مختصرۃ من الکبریٰ، وھي لا توجد إلا قلیلا. فالحدیث الذي قال فیه المنذري والمزي: أخرجه النسائی، وما وجدته فی السنن الصغریٰ، فاعلم أنه فی الکبریٰ ولا تتحیر لعدم وجدانه، فإن کل حدیث فی الصغریٰ موجود فی الکبریٰ، ولا عکس، ویقول المزي في کثیر من المواضع: أخرجه النسائی فی التفسیر، ولیس فی السنن الصغریٰ تفسیر“ (الکتب الصحاح الستة محمد ابو سھبة ١٦٦-١٦٧)

”آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مختصر میں منذری اور اطراف میں مزی کے اس قول ”الحدیث أخرجہ النسائی“ سے مراد نسائی کی سنن کبریٰ ہے، وہ سنن صغری مراد نہیں ہے جو اس وقت ہند، عرب وعجم اور اطرافِ عالم میں مروج ہے، اور یہ سنن صغریٰ، سنن کبریٰ کا اختصار ہے۔ سنن کبریٰ بہت کم دستیاب ہے، تو جس حدیث کے متعلق منذری اور مزی نسائی کی تخریج کا حوالہ دیں اور وہ حدیث سنن صغریٰ میں آپ کو نہ ملے تو آپ سمجھ لیجیے کہ وہ سنن کبریٰ میں ہے اور سنن صغریٰ میں نہ ملنے پر پریشان نہ ہوں؛ اس لیے کہ صغریٰ کی ہر حدیث سننِ کبریٰ میں موجود ہے اور اس کا عکس نہیں ہے۔ بہت سے مقامات پر مزی یوں کہتے ہیں: أخرجه النسائی فی التفسیر حالاں کہ سنن صغریٰ میں کتاب التفسیر ہے ہی نہیں (اس سے بھی معلوم ہوا کہ مزی سنن کبریٰ مراد لے رہے ہیں جس میں کتاب التفسیر بھی ہے)“

تعداد روایات

محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق سنن نسائی میں کل روایات پانچ ہزار سات سو چوہتر (۵۷۷۴) ہیں؛ جب کہ یہ اکیاون (۵۱) کتب (جلی عناوین) پر مشتمل ہے۔

سنن ابوداؤد

مصنف کتاب: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدی السجستانی

قبیلہ ازد کی طرف منسوب ہوکر ازدی اور خراسان کے شہر سجستان کی طرف نسبت کرتے ہوئے سجستانی کہلاتے ہیں۔ ۲۰۲ھ میں پیدائش ہوئی، کم عمری میں ہی اخذ علم کے لیے سفر شروع کردیا تھا، حجاز، شام، مصر، عراق اور خراسان وغیرہ بلادِ اسلامیہ کا سفر کرکے وہاں کے علماء اور مشائخ کی ایک بڑی جماعت سے حدیثِ پاک کا سماع حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں احمد بن حنبل، قعنبی اور ابوالولید الطیالسی جیسے کبارِ مشائخ شامل ہیں۔ بعض ایسے اساتذہ بھی ہیں، جن سے اخذ علم میں آپ امام بخاری اور امام مسلم کے ساتھ شریک ہیں۔ مثلاً احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ اور قتیبہ بن سعید وغیرہ۔

خلقِ کثیر نے آپ سے سماعِ حدیث کیا، جس میں ابوعبدالرحمٰن النسائی، ابوعیسیٰ الترمذی، ابوعوانہ، ابوسعید ابن الاعرابی اور آپ کے فرزند ابوبکر بن ابی داؤد وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی منقبت کے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ کے جلیل القدر استاذ امام المسلمین احمد بن حنبل نے بھی آپ سے درج ذیل روایت نقل کی ہے: ”أن رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سُئِلَ عن العتیرۃِ فحَسَّنَھَا“ (البدایۃ والنہایہ ۱۱/۵۵)

امام ابوداؤدؒ، ورع وتقویٰ اور اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ چال ڈھال اور سیرت وکردار میں مام احمد بن حنبلؒ کے مشابہ قرار دیے جاتے تھے، سادگی پسند اور پرتکلف زندگی سے دور تھے۔ آپ کے کرتے میں دو آستینیں ہوتی تھیں، ایک بہت کشادہ اور ایک تنگ، کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: کشادہ آستین تو کتابوں کے لیے ہے، اور دوسری آستین الگ سے کسی کام کے لیے نہیں ہے، لہٰذا اس کی توسیع بے جا اسراف ہے۔ موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں: ”خلق ابوداؤد فی الدنیا للحدیث، وفی الآخرۃ للجنۃ، وما رأیت افضل منہ“ ابراہیم حربی فرماتے ہیں: ”ألین لابی داؤد الحدیث کما ألین لداؤد الحدید“ امام ابوداؤد کے لیے حدیث کو اس طرح نرم کردیا گیا ہے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم بنادیا گیا تھا“ مشہور شیخ طریقت سہل بن عبداللہ التستری نے حاضرِ خدمت ہوکر آپ کی اس زبان کو بوسہ دیا جس سے آپ حدیثِ پاک بیان کرتے ہیں: (الکتب الصحاح الستۃ ۱۳۲-۱۳۳)

کتاب کا تعارف

امام ابوداؤدؒ سے پہلے جو حدیث کی کتابیں جوامع اور مسانید تالیف کی گئیں، ان میں احکام کے علاوہ فضائل، آداب، مواعظ اور تفسیر وغیرہ کے ابواب منتشر ہوتے تھے۔ امام ابوداؤدؒ نے اپنی

کتاب کو استقصاء کے ساتھ سنن اور احکام کے ساتھ خاص کیا اور اسے امام احمد بن حنبل کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے اس کو بہ نظرِ استحسان دیکھا۔ امام ابوداوٗدؒ نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح روایات کی تخریج کا التزام نہیں کیا جو التزام شیخین نے کررکھا ہے؛ بلکہ وہ صحیح کے علاوہ حسن اور ضعیف روایات بھی لاتے ہیں بشرطیکہ اس کا ضعف شدید نہ ہو اور ائمہ کا اس کے ترک پر اجماع نہ ہو۔ امام ابوداوٗدؒ نے اہلِ مکہ کے نام اپنے خط میں اس طرزِ عمل کی وضاحت کررکھی ہے۔ خود ابوداوٗدؒ کی تصریح کے مطابق آپ کے سامنے پانچ لاکھ احادیث کا ذخیرہ موجود تھا، اس میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث منتخب فرماکر یہ مجموعہ تیار کیا۔ سنن ابوداوٗد کو شروع ہی سے قبولِ عام حاصل رہا ہے، ابوسلیمان الخطابی ''معالم السنن'' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: "كتاب السنن لأبی داؤد كتاب شريف لم يُصنّف فی علم الدين كتاب مثله" ''سنن ابی داوٗد ایک باعظمت کتاب ہے، دین وشریعت کے علم میں اس جیسی کوئی اور کتاب نہیں لکھی گئی۔ ابن الاعرابی فرماتے ہیں:

"لو أن رجلا لم يكن عنده من العلم إلا المصحف، ثم كتاب أبی داؤد لم يحتج معهما إلى شيء"

اگر کسی شخص کے پاس علم کی کوئی چیز نہ ہو سوائے قرآن کریم اور ابوداوٗد کی کتاب کے، تو ان کے ہوتے ہوئے اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔''

امام ابوحامد غزالیؒ فرماتے ہیں:

"إنها تكفی المجتهد فی العلم بأحاديث الأحكام"

''احادیث احکام سے واقفیت کے سلسلے میں مجتہد کے لیے سنن ابی داوٗد کافی ہے۔" (المصدر السابق ۱۴۰-۱۴۱)

حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ نے سنن ابی داوٗد کی بعض روایات پر کلام کیا ہے اور نو احادیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے؛ لیکن وضع کا حکم لگانے میں ابن الجوزی کا تساہل معروف ہے۔ نیز حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ان تمام احادیث کا جائزہ لے کر ابن الجوزی کے حکم بالوضع کی تردید کی ہے؛ لہٰذا حدیث کے اس عظیم مجموعے کی قدر ومنزلت پر اس طرح کی تنقید سے فرق نہیں پڑتا۔

تعدادِ روایات: سنن ابوداوٗد میں عنوان کے طور پر ۳۵ کتب ہیں، جن میں سے تین کتابوں کی مصنف نے تبویب نہیں کی ہے اور ان کتابوں کے تحت جملہ ابواب کی تعداد ۱۸۷ ہے۔ جہاں

تک تعلق ہے تعداد روایات کا تو خود مصنف کی تصریح گزر چکی ہے کہ اس میں چار ہزار آٹھ سو روایات ہیں جب کہ بعض حضرات کے شمار کے مطابق یہ تعداد پانچ ہزار دوسو چوہتر (۵۲۷۴) ہے۔

جامع ترمذی

مصنف: کنیت: ابوعیسیٰ، نام: محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسیٰ بن الضحاک، نسبت: ترمذی، بوغی، سُلمی، ۲۰۹ھ میں شہر ترمذ میں پیدا ہوئے۔ ترمذ، ایک قدیم شہر ہے جو دریائے جیحوں کے ساحل پر واقع ہے، وہاں سے چند فرسخ پر بوغ نامی گاؤں ہے۔ آپ اصلاً اسی گاؤں کے باشندے تھے اور قبیلۂ بنوسُلیم سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے سُلمی، ترمذی اور بوغی کہلاتے ہیں۔

شروع ہی سے علم حدیث کی تحصیل میں غیر معمولی دلچسپی لی اور اس مقصد کے لیے بصرہ، کوفہ، واسط، رَے، خراسان اور حجاز وغیرہ کا سفر کیا اور وہاں کے مشاہیر سے اخذ علم کیا جن میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ بھی شامل ہیں۔ امام بخاریؒ نے استاذ ہونے کے باوجود ایک مرتبہ فرمایا: ”انتفعتُ بك أكثر مما انتفعتَ بی“ ”میں نے تم سے اس سے زیادہ فائدہ اٹھایا جتنا فائدہ تم نے مجھ سے اٹھایا“ نیز یہ بھی امام ترمذیؒ کے لیے باعثِ فخر ہے کہ خود امام بخاریؒ نے آپ سے روایت لی ہے۔

انتہائی متقی اور عابد وزاہد تھے، خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ برسوں روتے رہے جس سے آپ کی بینائی چلی گئی۔ آپ کا انتقال ستر سال کی عمر میں ۱۳/رجب المرجب شب دوشنبہ ۲۷۹ھ ترمذ میں ہوا؛ لیکن علامہ سمعانیؒ نے مقامِ رحلت قریۂ بوغ کو قرار دیا ہے اور سنِ رحلت ۲۷۵ھ ذکر کیا ہے۔

کتاب کا تعارف

سنن ترمذی کو یوں تو کئی مختصر ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے؛ لیکن شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے ”تحقیق اسمی الصحیحین واسم جامع الترمذی“ میں کئی دلائل اور قرائن کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ اس کتاب کا مکمل اصلی نام یہ ہے: ”الجامع المختصر من السنن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومعرفة الصحيح والمعلول، وما عليه العمل“

امام ترمذیؒ نے اپنی اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ احادیثِ احکام کا اہتمام کیا ہے جن پر فقہاء کرام کا عمل رہا ہے۔ دوسری طرف اس کو صرف احکام کے لیے مختص نہیں کیا؛ بلکہ امام بخاریؒ

کی طرح تمام ابواب کی احادیث لاکراس کتاب کو جامع بنادیا ہے۔صحاحِ ستہ میں انھی دوکتابوں پر بالاتفاق جامع کا اطلاق کیا جاتا ہے؛ جب کہ صحیح مسلم کے سلسلے میں دونوں رائیں ہیں۔بعض نے کہا یہ جامع نہیں ہے؛اس لیے کہ اس میں کتاب التفسیر کا بہت مختصر حصہ شامل ہے؛ جب کہ بعض نے کتاب التفسیر کے نفسِ وجود کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح مسلم کو بھی جامع مانا ہے...امام ترمذی کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ ایک روایت لانے کے بعد''وفی الباب'' سے دوسری روایات کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔

حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک بار ہرات میں امام ابواسماعیل عبداللہ بن محمد انصاریؒ کے سامنے امام ترمذی اوران کی جامع کا تذکرہ آیاتو وہ فرمانے لگے:

”کتابه عندی أنفع من کتاب البخاری و مسلم، لأن کتابی البخاري و مسلم لا یقف علی الفائدة منهما إلا المتبحر العالم، و کتاب أبی عیسی یصل إلی فائدته کل أحد من الناس“ (شروط الأئمة الستة ص: ۱۶ ،التقیید ۱ /۹۸)

''ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب میرے نزدیک بخاری ومسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے؛ کیوں کہ بخاری ومسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم متبحر ہی فائدہ اٹھاسکتا ہے؛لیکن ابوعیسیٰ کی کتاب سے ہرشخص مستفید ہوسکتا ہے۔''

حافظ ابوبکر بن نقطہ بغدادی المتوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب ''التقیید لمعرفة رُواة السنن والمسانید'' میں خود امام ترمذیؒ کی زبانی ناقل ہیں:

”صنفت هذا المسند الصحیح وعرضته علیٰ علماء الحجاز فرضوا به وعرضته علی علماء العراق فرضوا به وعرضته علی علماء خراسان فرضوا به، ومن کان فی بیته هذا الکتاب فکأنما فی بیته نبیٌ ینطق وفي روایة یتکلم“ (التقیید ۱ /۹۷)

''میں نے المسند الصحیح یعنی کتاب الجامع کوتصنیف کرکے علماءِ حجاز کے سامنے پیش کیاتو انھوں نے اس کو پسند کیااور علماءِ عراق کے سامنے پیش کیاتو انھوں نے بھی اس کو پسند کیا اور علماءِ خراسان کے سامنے پیش کیاتو انھوں نے بھی اس کو پسند کیااور جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہے تو اس کے گھر میں گویا خود پیغمبر علیہ السلام موجود ہیں جوتکلم فرمارہے ہیں۔''

تعدادروایات: محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق ترمذی میں کل ۵۰ کتب ہیں اور جملہ روایات کی تعداد تین ہزارنوسوچون (۳۹۵۴) ہے۔

سنن ابن ماجہ

مصنف کتاب:

کنیت: ابوعبداللہ، نام نامی: محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ القزوینی الربعی ہے۔ عراق کے مشہور شہر قزوین میں ۲۰۹ھ مطابق ۸۲۴ء میں پیدائش ہوئی۔ اسی نسبت سے قزوینی کہلائے اور قبیلۂ ربیعہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ربعی کہلاتے ہیں۔ ''ماجہ'' کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض اس کو دادا کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے؛ لیکن مولانا عبدالرشید نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''اس بحث کو طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مؤرخین قزوین کو ہے کہ ''أهل البيت أدرىٰ بما فيه'' اوران حضرات کے بیانات حسبِ ذیل ہیں: محدث رافعی، تاریخ قزوین میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے جس پر تشدید نہیں ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں حافظ خلیلی کے حوالے سے جو قزوین کے مشہور مؤرخ ہیں، نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں، ظاہر ہے کہ آپ کے والد ماجد ہی کا لقب تھا، اور ماجہ فارسی زبان کا لفظ ہے، جو غالباً ''ماہ'' یا ''ماہچہ'' کا معرب ہے، اس سے ظاہر ہے کہ امام ابن ماجہ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں؛ اس لیے ربعی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں؛ بلکہ نسبت ولاء ہے۔'' (امام ابن ماجہ اور علم حدیث، ص۲)

کتاب کا تعارف

''سنن ابن ماجہ'' فنِ حدیث کی اہم کتاب ہے اور پہلے تفصیل گزر چکی ہے کہ صحاح ستہ میں سادسِ ستہ کی مصداق یہی کتاب ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابن ماجہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو حافظ ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کیا، انھوں نے غور سے دیکھا اور فرمایا:

''أظن إن وقع هذا في أيدى الناس تعطلت هذه الجوامع أو أكثرها'' (تذكرة الحفاظ ۲/۶۳۶)

''میرا خیال ہے کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو یہ سارے دواوین حدیث یا

اکثر بے کار ہو جائیں گے اور ان سے بے نیازی ہو جائے گی۔“

تعداد روایات

حافظ ابن کثیر نے ابن ماجہ کے شاگرد اور سنن کے راوی ابوالحسن القطان سے نقل کیا ہے کہ یہ سنن بتیں کتب پر مشتمل ہے، اس میں پانچ سو ابواب اور چار ہزار احادیث ہیں، کل کی کل حسن ہیں سوائے چند ایک کے۔“ (البدایہ والنہایہ ۱۱/۵۲) محمد فؤاد عبدالباقی کی ترقیم کے مطابق سینتیس کتب اور چار ہزار تین سو اکتالیس حدیثیں ہیں اور کتب خمسہ سے زائد روایات کی تعدا دایک ہزار تین سو تیس ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: ”کتابه فی السنن، جامع جید کثیر الأبواب والغرائب، وفیه أحادیث ضعیفة جدا“ (تهذیب التهذیب، ترجمه ابن ماجه)

”ابن ماجہ کی کتاب سنن میں ہے، جو خوب جامع اور بہت سارے ابواب وغرائب پر مشتمل ہے اور اس میں بہت ساری ضعیف روایات ہیں۔“

ابن الجوزیؒ نے سنن ابن ماجہ کی تیس احادیث پر نقد کیا ہے اور ان پر وضع کا حکم لگایا ہے، ان کے علاوہ بھی بعض حفاظ نے ابن ماجہ کی بعض روایات پر کلام کیا ہے۔ تاہم ایسی روایات جن پر وضع یا ساقط الاعتبار یا انتہائی ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ان کے علاوہ سنن کی چار ہزار روایات قابلِ اعتبار موجود ہیں۔

❁ ❁ ❁